رسائل و مسائل

کیا حضرت عُزَیر نبی تھے؟

(ملک غلام علی صاحب)

سوال: ان دنوں بعض علمائے کرام مولانا مودودی اور جماعت اسلامی کے خلاف توہینِ انبیاء کا الزام بڑے زور شور سے پھیلا رہے ہیں۔ مثال کے طور پر وہ مولانا کی تفسیر تفہیم القرآن حصہ دوم کی سورۂ توبہ کا ایک حاشیہ ۲۹ پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں حضرت عُزَیر کو کاہن کہا گیا ہے حالانکہ سارے مفسرین انہیں پیغمبر شمار کرتے ہیں۔ اس طرح ان کی نبوت کا انکار بھی ہوتا ہے اور توہین بھی۔ اس حاشیے میں اگرچہ حضرت عُزَیر کو مُجدِّد کہا گیا ہے اور یہ بھی لکھا گیا ہے کہ حضرت عُزَیر نے بائیبل کے پُرانے عہد نامے کو مرتب کیا اور شریعت کی تجدید کی، مگر حضرت عُزَیر علیہ السلام کی نبوت کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ سورۂ بقرہ کے ایک مقام پر بھی جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک نبی کا گزر ایک بستی پر ہوا جو ویران کھنڈر پڑی تھی تو انہوں نے کہا کہ اس مُردہ بستی کو اللہ پھر کیسے زندہ کرے گا اور اللہ نے ان پر موت وارد کر دی اور وہ سو سال تک مردہ پڑے رہے اور پھر زندہ ہوئے، یہ بھی حضرت عُزَیر ہی تھے مگر مولانا مودودی نے یہاں بھی نہیں لکھا کہ یہ نبی حضرت عزیر علیہ السلام تھے۔ براہ کرم ان اعتراضات کی حقیقت پوری طرح واضح کی جائے کہ حضرت عُزَیر کا ذکر قرآن یا حدیث میں کس حیثیت سے کہاں کہاں آیا ہے اور وہ نبی تھے یا نہیں؟

جواب: قرآن مجید کی کسی آیت یا حدیث کی کسی صحیح روایت میں اس بات کی صراحت نہیں ہے کہ

حضرت عزیر نبی تھے۔ قرآن مجید میں عُزیر کا لفظ صرف ایک مقام (سُورۂ توبہ۔ آیت ۳۰) میں آیا ہے۔ اس سے پہلے سُورۂ بقرہ آیت ۲۵۹ میں جس شخص کا ذکر ہے، اس کے متعلق بھی بعض مفسرین کا بیان ہے کہ یہاں حضرت عزیر ہی مراد ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں اس مقام پر نہ کسی نام کی تصریح کی گئی ہے، نہ اس شخص کے نبی ہونے کی صراحت فرمائی گئی ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ یہ ہیں:

اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ یا مثال کے طور پر اس شخص کو دیکھو جس کا گزر ایک بستی پر ہُوا۔

کوئی ارشادِ نبوی بھی ایسا موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اس آیت میں کسی نبی کا ذکر ہے اور وہ نبی حضرت عُزیر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مفسرین میں اختلاف ہے کہ یہ شخص کون تھے اور نبی تھے یا نہ تھے چنانچہ تفسیروں میں ان کا نام عُزیر، ارمیا بن حلقیا، خضر، حزقیل وغیرہ مذکور ہے اور بعض نے رجل من بنی اسرائیل (بنی اسرائیل کا کوئی فرد) لکھنے پر اکتفا کیا ہے۔ پھر جن حضرات نے حضرت عزیر نام تحریر کیا ہے ان میں سے بھی بعض نے یہی لکھا ہے کہ یہ یہود کے ایک ذی علم مُصلح تھے، نبی نہ تھے۔ مثلاً علامہ نظام الدین نیسابوری اپنی تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان میں سورۂ بقرہ کی اس آیت کے ذیل میں مذکورہ بالا اسماء و اقوال نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

روی عن ابن عباس ان بُختنصر غزا بنی اسرائیل فسبی منھم الکثیر ومنھم عزیر وکان من علمائھم۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بُخت نصر نے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے ان کی بہت بڑی تعداد کو غلام بنا لیا جن میں ایک عزیر تھے جو ان کے علماء میں سے تھے۔

بہرکیف یہاں قرآن مجید نے جن صاحب کی مثال دی ہے، ان کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اللہ کے نبی تھے اور ان کا نام عُزیر تھا۔ اس آیت میں آگے یہ بھی بیان ہے کہ اللہ نے ان پر ایک سو برس تک موت طاری کردی اور بظاہر یہ امر مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک نبی جو فریضۂ نبوت سرانجام دے رہے ہوں، ان پر اتنے طویل عرصے تک ایسی حالت گزرے جو کارِ تبلیغ میں مانع ہو۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابن جریر سارے نام ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: لاحاجۃ بنا الی معرفۃ اسمہ (ہمیں ان

بزرگ کا اسم گرامی جاننے کی ضرورت نہیں، پھر قرآن کریم کے اسلوب بیان کا تقاضا بھی ہے کہ اس میں جس شخصیت کا ذکر ایک بار نام کے تعین کے ساتھ آجائے اور وہ شخصیت نبی کی ہو تو پھر کسی دوسرے مقام پر ان کا ذکر ایسے غیر متعین الفاظ یا انداز میں نہ ہو جیسا کہ سورۂ بقرہ کے اس مقام پر ہے۔

قرآن مجید کا دوسرا مقام جہاں حضرت عُزیر کے نام کی صراحت ہے، وہ سورۂ توبہ کی آیت ۳۰ ہے۔ اس میں الفاظ یہ ہیں:

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ٌابْنُ اللّٰهِ اور یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔

اس مقام پر بھی حضرت عُزیر کے نبی ہونے کی تصریح نہیں ہے۔ صرف یہودیوں کا قول نقل کیا گیا ہے۔ مولانا مودودی نے اس آیت پر جو حاشیہ لکھا ہے اس میں بھی انہوں نے اپنی طرف سے کوئی بات بیان نہیں کی، بلکہ صرف یہ لکھا ہے کہ یہودی انہیں اپنے دین کا مجدد مانتے ہیں اور اسرائیلی روایات کے مطابق بابل کی اسیری میں انہی عُزیر نے توراۃ کو مرتب کیا اور شریعت کی تجدید کی۔ اس عبارت میں جہاں مولانا نے "کاہن" کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے حضرت عُزیر کی توہین یا استخفاف کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ دراصل بائبل میں ان کا ذکر "عزرا کاہن" ہی کے نام سے کیا گیا ہے اور کاہن یہودی مذہب کی ایک اصطلاح ہے جو پریسٹ (PRIEST) کے معنی میں مستعمل ہوتی ہے اور یہ ان کے ہاں ایک مقدس مذہبی منصب ہے۔ مولانا کا مدعا یہ ہے کہ عزیر (عزرا) جو ان کے ہاں دینی پیشوا سمجھے جاتے تھے، انہیں بعد میں خدا کا بیٹا بنا لیا گیا۔ عربی لغت کا جہاں تک تعلق ہے، اس میں بھی کاہن کے سات آٹھ معانی آتے ہیں جن میں بعض کے ساتھ ذم کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ حاشیۂ تفہیم القرآن کا سیاقِ کلام اور انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ وہاں یہ لفظ بُرے معنی میں نہیں بلکہ اچھے اور قابلِ تعریف و تحسین معنوں میں آیا ہے۔

مولانا مودودی نے بالکل صحیح اور بجا طور پر اگرچہ حضرت عُزیر کی نبوت کے متعلق نفیاً یا اثباتاً کچھ نہیں لکھا، لیکن انہوں نے نہ صرف اس مقام پر بلکہ ایک دوسرے مقام (تفہیم القرآن کی اسی جلد دوم ص ۵۹۹) پر دوبارہ حضرت عُزیر کو ان الفاظ میں خراجِ تحسین پیش کیا ہے:

"حضرت عُزیر نے دینِ موسوی کی تجدید کا بہت بڑا کام انجام دیا۔ انہوں نے یہودی

قوم کے تمام اہلِ خیر و صلاح کو ہر طرف سے جمع کر کے ایک مضبوط نظام قائم کیا۔ بائبل کی کتبِ خمسہ کو، جن میں توراۃ تھی، مرتب کر کے شائع کیا، یہودیوں کی دینی تعلیم کا انتظام کیا، قوانینِ شریعت کو نافذ کر کے ان اعتقادی اور اخلاقی بُرائیوں کو دُور کرنا شروع کیا جو بنی اسرائیل کے اندر غیر قوموں کے اثر سے گھس آئی تھیں۔ ان تمام مشرک عورتوں کو طلاق دلوائی جن سے یہودیوں نے بیاہ کر رکھے تھے اور بنی اسرائیل سے از سرِ نو خدا کی بندگی اور اس کے آئین کی پیروی کا میثاق لیا۔"

حضرت عُزیر کے کارنامہ ہائے اصلاح و تجدید کا اس انداز میں ذکر کرنے کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ تفہیم القرآن میں حضرت عُزیر کی تحقیر و توہین کی گئی ہے، تو اس کی بات ہرگز لائقِ التفات نہیں ہے۔ اب میں آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشادِ گرامی پیش کرتا ہوں جو سنن ابی داؤد، کتاب السنّۃ، باب التخییر بین الانبیاء میں اس طرح مروی ہے:

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ادری اُتُبَّعٌ لعین ھو ام لا وما ادری اعُزَیرٌ نبیٌّ ھو ام لا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نہیں جانتا کہ (قبیلۂ حِمیَر کا پہلا بادشاہ) تُبّع قابلِ لعنت ہے یا نہیں اور میں نہیں جانتا کہ عزیر نبی تھے یا نہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مدعا یہ ہے کہ قومِ سبا کی جس شاخ نے یمن میں چار سو سال تک حکمرانی کی وہ یہ قوم بعد میں تو مجرم ہو گئی (جیسا کہ قرآن میں صراحت ہے)، لیکن جو شخص خاندان تُبّع کا بانی تھا، معلوم نہیں کہ وہ بھی مجرم و ملعون تھا یا نہیں۔ اس طرح آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ عُزیر جنہیں یہود ابن اللہ کہتے ہیں، وہ نبی تھے یا نہیں؟ یہ قولِ رسول اپنی جگہ پر بالکل ناطق اور قولِ فیصل ہے۔ حضرت عُزیر کے نبی ہونے یا نہ ہونے کے مسئلے میں جب قرآن و حدیث ساکت ہیں، تو پھر کسی شخص کو یہ حق کس طرح پہنچتا ہے کہ وہ دوسروں سے ان کی نبوت تسلیم کرانے پر اصرار کرے؟